B.A, Part-1, URDU (M.B)

Paper- (Poetry)

Topic: Akbar Elahabadi Ki Nazm "Farzi Latifa"

Notes By:

Dr. Masroor Ahmad Haidri,

Department of Urdu,

J.K College, Biraul, Darbhanga.

اکبرالہ آبادی کی نظم "فرضی لطیفہ" کا خلاصہ

اکبرالہ آبادی فطری شاعر تھے۔انہوں نے ایسے ماحول میں آنکھ کھولی تھی جس میں وضعداری زندگی کی سب سے بڑی نعمت تھی اور مشرقیت مذہب کا جزو بن گئی تھی ، پھران کی نظروں کے سامنے مغربیت کا ایسا سیلاب آیا جس نے مشرقیت کی جڑ ہلادی۔ان کے زمانہ میں نوکری و ملازمت شریفوں کے لئے معیوب چیز تھی مگر غربت نے انھیں ملازمت اختیار کرنے پر مجبور کیا جس سے ترقی پا کر وہ جج تک ہوگئے۔دولت ،غربت ،شہرت سبھی کچھ حاصل ہوا، زندگی کے مختلف پہلوؤں کو دیکھا، ہر رنگ کی سیر کی، مشاعروں میں شرکت کی اور صوفیوں کی صحبت بھی اٹھائی۔سرکاری مالزمت کی وجہ سے جو کچھ کہنا چاہتے تھے، صاف نہیں کہہ سکتے تھے۔وہ انگریزی معاشرت اور مغربی حکومت کو دل سے پسند نہ کرتے تھے بلکہ آزادی کے دلدادہ اوراسلامی تہذیب وتمدن کے عاشق تھے۔ان کی طبیعت میں ظرافت تھی۔ابتدائی کلام میں رعایت لفظی، بندش کی چستی اور عاشقانہ واردات کی طرف توجہ تھی۔بیان پرانہیں حیرت انگیز قدرت حاصل تھی ،اس کی وجہ سے انہیں ظرافت میں کافی مدد ملی۔

اکبر کے یہاں طنز وظرافت کا ایک حیرت انگیز امتزاج پایا جاتا ہے۔وہ اپنے خیالات کو ظریفانہ انداز میں بیان کرتے ہیں جس سے ان کی شاعری میں لطف کی عجیب وغریب چاشنی پائی جاتی ہے۔ان سے مذہب اور تمدن کی بے عزتی، بزرگوں کی بے حرمتی اور اپنی قوم کی تباہی دیکھی نہیں جاتی۔اگرچہ وہ خود انگریزی حکومت کے ملازم ہیں لیکن انگریزی معاشرت اور اس کی حکومت

کووہ برداشت نہیں کرپاتے، اس لئے وہ اپنے طنزیہ اور ظریفانہ کلام سے اپنی قوم کی اصلاح کرتے ہیں۔ ان کے کلام میں سادگی، صفائی، شوخی اور ظرافت نمایاں ہیں۔ ان کی شاعری کا مقصد اصلاح قوم وملک تھا۔ اکبر کا خیال تھا کہ مسلمان اسی وقت اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرسکتے ہیں جب وہ بے عملی کی زندگی ترک کردیں اور تعلیم کی جانب راغب ہوں۔ اسی کی وضاحت اکبرالہ آبادی نے "فرضی لطیفہ" میں کی ہے۔

اکبر کہتے ہیں کہ مجھے تو مسلمانوں کی خوشحالی کے آثار نظر نہیں آتے کیوں کہ وہ عشق وعاشقی کے چکر میں تو دن رات پڑے رہیں گے، لیکن اپنے مقصد کے حصول کے لئے وہ کوشش وہمت سے کام نہیں لے سکتے۔ اکبر بطور مثال ایک لطیفہ سناتے ہیں۔

ایک بار لیلی کی ماں نے مجنوں سے کہا کہ بیٹا اگر تم ایم-اے کا امتحان پاس کرلو تو میں کسی پس وپیش کے بغیر اپنی بیٹی کا بیاہ تم سے کردوں۔ مجنوں نے جب یہ بات سنی تو ناراض ہوکر کہنے لگا کہ یہ بھی خوب رہی۔ کہاں عاشقی اور کہاں کالج کی بکواس، یہ دو متضاد چیزیں کیوں کر اکٹھا ہوسکتی ہیں۔ جس طرح ہرن پر گھاس نہیں لادی جاتی، اسی طرح عاشق سے پڑھنے کا مطالبہ بھی نہیں کیا جاسکتا۔ میں ہرچرن داس نہیں ہوں کہ کالج کے لکچر سنتا رہوں۔ میں اپنا دل خون کرسکتا ہوں، لیکن تعلیم میں سر کھپانا مجھے منظور نہیں اور اگر لیلی کے وصل کی یہی شرط ہے۔ تو میں حسرت ویاس کے ساتھ لیلی کو پانے کی چاہت سے دستبردار ہوتا ہوں۔

اکبر نے طنز ومزاح کے پیرائے میں مسلمانوں کی ایک بڑی کمزوری پر چوٹ کی ہے۔ انداز اتنا پیارا ہے کہ طنز کی تلخی محسوس نہیں ہوتی اور قاری شاعر کے خیال سے اتفاق کرلیتا ہے۔ یہ طنزیہ ادب کی خوبی ہے جو یہاں موجود ہے۔ یہاں لطیفہ صرف ہنسنے اور ہنسانے کے لئے بیان نہیں کیا گیا، بلکہ یہ موضوع سے پوری طرح مربوط اور ہم آہنگ ہے۔ مجموعی اعتبار سے یہ اکبرالہ آبادی کی ایک کامیاب مختصر نظم ہے۔

☆☆☆